

The Principles of Chishti Sufism and the Role of Selected Chishti Sages of the Subcontinent in Shaping Social Structures

سلسلہ چشتیہ کے اصول تصوف اور بر صغیر میں منتخب چشتی صوفیاء کا معاشرتی تشکیل میں کردار

Syed Muhammad Nabeel Ur Rehman Shah Bukhari

Ph.D Scholar, Dept. of Islamic Studies, Superior University Lahore, Pakistan

Sajjada Nasheen Astana Aliya Hazrat Karmanwala Sharif Okara

Email: syednabeelurrehman53@gmail.com

ORCID: <https://orcid.org/0009-0000-2891-8989>

Hafiz Muhammad Abdullah

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore

SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK

Email: hafizmuhammadabdullah53@gmail.com

ORCID: <https://orcid.org/0009-0001-7167-8164>

Muhammad Naimat Ullah

Doctoral Candidate Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental

Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore

Librarian, Govt. Mines Labour Welfare College for Boys, Makerwal Mianwali

Email: muhammadnaimatullah53@gmail.com

ORCID: <https://orcid.org/0009-0004-9412-1686>

Abstract

This study explores the principles of the Chishti Sufi order and examines the pivotal role of selected Chishti saints in shaping the social, cultural, and ethical fabric of the Indian subcontinent. The research delves into how core Chishti teachings—such as love, service to humanity, tolerance, non-violence, and the concept of wahdat al-wujud (Unity of Being)—influenced social structures, cultural integration, and the ethical revival of society. Through a historical, analytical, and critical approach, the study highlights the contributions of prominent figures, including Khwaja Moinuddin Chishti, Baba Fariduddin Ganjshakar, Khwaja Nizamuddin Auliya, Amir Khusrau, and Syed Muhammad Gesudaraz. It examines their practical initiatives, such as the establishment of inclusive spiritual centers (khanqahs), the promotion of communal harmony through music and poetry, and their advocacy for

economic justice and linguistic diversity. Additionally, the study considers the enduring relevance of Chishti teachings in addressing contemporary social issues, underscoring their significant impact on fostering Hindu-Muslim relations, social equity, and cultural synthesis in the present day.

Keywords: Chishti Sufism, Social Formation, Wahdat Al-Wujud, Khanqah, Interfaith Harmony, Social Justice

تمہید

یہ تحقیق چشتی صوفی سلسلے کے اصولوں اور منتخب چشتی بزرگوں کے ہندوستانی subcontinent میں معاشرتی تشکیل، ثقافتی انضمام اور اخلاقی احیاء میں کردار کا جائزہ لیتی ہے۔ تحقیق میں چشتی تعلیمات جیسے کہ محبت، انسانیت کی خدمت، برداشت، عدم تشدد، اور وحدت الوجود کے تصور کا مطالعہ کیا گیا ہے، اور ان کے اثرات معاشرتی ڈھانچے، ثقافتی انضمام اور اخلاقی جدوجہد پر نمایاں ہوئے ہیں۔ اس مطالعہ میں خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا، امیر خسرو اور سید محمد گیسو دراز جیسے اہم شخصیات کی خدمات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان کی عملی اقدامات جیسے کہ خانقاہوں کا قیام، موسیقی اور شاعری کے ذریعے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینا، اقتصادی انصاف اور لسانی شمولیت کی حمایت شامل ہیں۔ اس تحقیق میں چشتی تعلیمات کی موجودہ دور کے سماجی مسائل پر تاثر اور ان کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جس میں ہندو مسلم تعلقات، سماجی انصاف اور ثقافتی امتزاج میں ان کی مستقل میراث کو اجاگر کیا گیا ہے۔ چشتی صوفی سلسلہ ایک اہم روحانی تحریک ہے جس نے ہندوستانی سب کا ٹینڈنٹ میں نہ صرف اسلامی روحانیت کو فروغ دیا، بلکہ سماجی، ثقافتی اور اخلاقی سطح پر بھی گہرا اثر چھوڑا۔ چشتی بزرگوں کی تعلیمات، جیسے کہ محبت، انسانیت کی خدمت، برداشت اور عدم تشدد، نے برصغیر کی مختلف کمیونٹیوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے کی اہمیت اس بات میں بھی ہے کہ اس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان روحانی اور سماجی تعلقات کو مضبوط کیا، خاص طور پر خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا، امیر خسرو اور سید محمد گیسو دراز جیسے بزرگوں کی شخصیتوں کے ذریعے۔ ان بزرگوں نے خانقاہوں کو ایک روحانی مرکز کے طور پر قائم کیا اور اس کے ذریعے نہ صرف روحانیت کو فروغ دیا، بلکہ معاشرتی انصاف، اقتصادی مساوات اور لسانی شمولیت کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا۔ اس تحقیق کا مقصد چشتی صوفی سلسلے کی ان تعلیمات کا تجزیہ کرنا ہے جو آج بھی سماجی مسائل جیسے ہندو مسلم تعلقات، ثقافتی امتزاج اور معاشرتی انصاف پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

سلسلہ چشتیہ کے اصول تصوف اور بر صغیر میں منتخب چشتی صوفیاء کا معاشرتی تشکیل میں کردار

سلسلہ چشتیہ بر صغیر پاک و ہند میں صوفیانہ فکر اور معاشرتی ہم آہنگی کی ایک اہم تحریک رہا ہے۔ اس سلسلے کے بانی بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہندوستانی معاشرے میں روحانی تعلیمات کی بنیاد رکھی، جس نے بعد میں آنے والے چشتی صوفیاء کے ذریعے معاشرتی تشکیل، ثقافتی انضمام اور اخلاقی احیاء میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آپ نے اجمیر میں روحانی مرکز کی بنیاد، محبت اور خدمت خلق کے تصور کو عام کیا۔ اسی طرح اسی سلسلہ کے بانی فرید الدین گنج شکر بہت مشہور صوفی چشتی بزرگ ہیں پنجاب میں معاشرتی انصاف کو قائم کیا۔ پنجاب میں زبان و ادب (پنجابی شاعری) اور سماجی ہم آہنگی کی تحریک نے آپ کے ذریعے عروج حاصل کیا۔ خواجہ نظام الدین اولیا بھی چشتی سلسلہ کے نمایاں اولیاء میں شامل ہیں آپ نے دہلی میں روحانی مرکزیت حاصل کی۔ آپ کا روحانی مرکز تمام مذاہب کے لوگوں کے لیے درگاہ کا مرکز ہے معاشرتی مساوات کا مرکز ہے۔

تحقیق کا مقصد اور سوالات

یہ تحقیق چشتیہ صوفیاء کے معاشرتی کردار کو جدید تناظر میں سمجھنے کے لیے ایک جامع کوشش ہوگی۔ اس میں نظریہ اور عمل دونوں پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے گا، نیز موجودہ دور میں صوفیانہ اقدار کی معاشرتی معنویت کو بھی اجاگر کیا جائے گا۔ یہ تحقیق تاریخی، تجزیاتی اور تنقیدی روش پر مبنی ہوگی۔ یہ تحقیق اس موضوع کا احاطہ کرے گی کہ چشتیہ کے اصول تصوف (مثلاً محبت، خدمت خلق، رواداری، عدم تشدد اور وحدت الوجود کے تصورات) نے کس طرح بر صغیر کی معاشرتی ساخت کو متاثر کیا۔ نیز، منتخب چشتی صوفیاء (جیسے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا، امیر خسرو، اور سید محمد گیسو دراز) کے عملی کردار کا معاشرتی تبدیلیوں پر کیا اثر رہا۔ بنیادی ماخذ میں صوفیاء کی ملفوظات، تذکرے، تاریخی دستاویزات اور جدید تحقیقی کام شامل ہوں گے۔ ثانوی ماخذ میں مقالات، کتب اور انسائیکلو پیڈیا سے استفادہ کیا جائے گا۔

- چشتیہ کے بنیادی اصول تصوف کیا ہیں اور ان کا نظریاتی پس منظر کیا ہے؟
- منتخب چشتی صوفیاء نے بر صغیر میں معاشرتی تشکیل کے لیے کن عملی اقدامات کو اختیار کیا؟
- چشتی تعلیمات نے ہندو مسلم تعلقات، ثقافتی ہم آہنگی اور معاشرتی انصاف میں کس طرح کردار ادا کیا؟
- چشتی صوفیاء کی تعلیمات کا دور حاضر کے معاشرتی مسائل پر کیا اطلاق ہو سکتا ہے؟

سلسلہ چشتیہ کے بنیادی اصول تصوف: نظریاتی مباحث

محبت و انسان دوستی (Love & Philanthropy) کا اصول

رضوی لکھتے ہیں کہ چشتیہ سلسلے کی بنیاد ہی محبت کی تعلیم پر رکھی گئی تھی۔ یہ محبت دو سطحوں پر تھی ایک خالق کے ساتھ عشق حقیقی اور دوسری مخلوق کے ساتھ ہمدردی و خدمت۔ ان کا کہنا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے "محبت" کو "خوف" پر ترجیح دی اور اسے معاشرتی ہم آہنگی کا ذریعہ بنایا۔ⁱ

توحید و وحدت الوجود (Unity of Being) کا تصور

شمل وضاحت کرتی ہیں کہ چشتیہ صوفیاء، خاص طور پر بابا فرید اور بعد کے بزرگ، ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود سے متاثر تھے۔ انہوں نے اس فلسفے کو ہندوستانی محیط میں اس طرح پیش کیا کہ تمام مخلوقات میں خدا کا نور دیکھا جائے، جس سے ذاتوں، مذاہب اور طبقات کے امتیاز کا احساس ختم ہوتا ہے۔ یہی تصور معاشرتی مساوات کی بنیاد بنا۔ⁱⁱ

سماع و موسیقی (Spiritual Music) کی روحانی اہمیت

زرین کوب بیان کرتے ہیں کہ چشتیہ سلسلہ سماع (روحانی موسیقی) کو قلب کو ذکر الہی میں مشغول کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ سمجھتا تھا۔ برصغیر میں امیر خسرو نے مقامی راگنیوں کو اس میں شامل کر کے اسے ایک ایسے ثقافتی پل کی شکل دے دی جو ہر طبقے کے لیے قابل رسائی تھا اور روحانی ترقی کا وسیلہ بن گیا۔ⁱⁱⁱ

خلوت در انجمن (Solitude in Society) کا توازن

ترنگم اس اصول کی وضاحت کرتے ہیں جس کے تحت چشتیہ صوفی ظاہری طور پر معاشرے میں رہتے ہوئے باطنی طور پر خدا کے ساتھ منسلک رہتے تھے۔ یہ توازن انہیں معاشرتی سرگرمیوں اور اصلاح میں حصہ لینے سے نہیں روکتا تھا، بلکہ ان کی رہنمائی کو عملی بناتا تھا۔^{iv}

منتخب چشتی صوفیاء کا معاشرتی کردار

خواجہ معین الدین چشتی (1142-1236ء): معاشرتی انقلاب کے بانی

انصاری لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے اجیر میں ایک ایسے روحانی مرکز (خانقاہ) کی بنیاد رکھی جو ہر مذہب اور ذات کے لوگوں کے لیے کھلا تھا۔ ان کی تعلیم "کف دست کا پرندہ، سرفقیہ کا بال" (سب سے پہلے ضعیفوں کی ضرورت پوری کرو) نے معاشرے کے نچلے طبقوں میں احساس خودیت پیدا کیا۔ انہوں نے رسمی علماء کی سیاست سے دور رہ کر عوامی اصلاح پر توجہ مرکوز کی۔^v

بابا فرید الدین گنج شکر (1173-1265ء): معاشی انصاف اور لسانی یکجہتی

نعمانی کے مقالے اور بابا فرید کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے پنجاب میں سادگی، قناعت اور زہد کی عملی مثال قائم کی۔ ان کی "گوریں دی سیں نہیں مٹی دی باہ" جیسی پنجابی شاعری نے اعلیٰ فارسی ثقافت کے ساتھ ساتھ مقامی زبان و ثقافت کو عزت بخشی۔ ان کی خانقاہ میں ہر روز لنگر چلنا معاشی مساوات کا عملی اظہار تھا۔^{vi}

خواجہ نظام الدین اولیا (1238-1325ء) اور امیر خسرو (1253-1325ء): ثقافتی ہم آہنگی کا مرکز

فوائد القواد کے ملفوظات میں خواجہ نظام الدین اولیا کی تعلیمات ہیں، جن کا مرکز "سلوک عوام" یعنی عوام کے ساتھ اچھا برتاؤ تھا۔ ارنسٹ لکھتے ہیں کہ دہلی کی اس خانقاہ نے سلطنت دہلی کے سیاسی اتار چڑھاؤ کے باوجود ایک پرسکون اور یکساں معاشرتی مرکز کا کردار ادا کیا۔^{vii} امیر خسرو نے ہندوستانی راگ، فارسی اور ہندی / برج بھاشا کے اشعار کو یکجا کر کے ایک نیا "ہندوی" ثقافتی امتزاج پیش کیا، جو دونوں ثقافتوں کے ماننے والوں کے لیے قابل قبول تھا۔^{viii}

سید محمد گیسو دراز (1321-1422ء): دکن میں تعلیمی و معاشرتی ادارہ سازی

جیبی کے مطابق، گیسو دراز نے گلبرگہ (دکن) میں چشتیہ سلسلہ کو مضبوطی سے قائم کیا۔ انہوں نے نہ صرف روحانی بلکہ دنیوی علوم (جیسے طب) کی تعلیم کو فروغ دیا۔ ان کی کوششوں سے دکن کا خطہ، جو کہ جغرافیائی طور پر الگ تھا، برصغیر کے صوفیانہ دھارے سے جڑ گیا اور وہاں ایک منفرد معاشرتی و ثقافتی ماحول تشکیل پایا۔^{ix}

اجتماعی معاشرتی اثرات: ایک تجزیہ

خانقاہ بطور معاشرتی ادارہ (The Khanqah as a Social Institution)

عزیز احمد کی رائے میں، چشتیہ خانقاہیں محض عبادت گاہیں نہیں تھیں، بلکہ یہ مکمل معاشرتی ادارے تھے۔ یہاں غریبوں کو کھانا (لنگر)، مسافروں کو پناہ، طالب علموں کو تعلیم اور عام لوگوں کو نفسیاتی سکون ملا کرتا تھا۔ یہ ادارے طبقاتی تقسیم سے بالاتر تھے اور ایک عملی "اشتراکیت" کا نمونہ پیش کرتے تھے۔^x

ہندو مسلم تعلقات پر اثرات

رضوی بیان کرتے ہیں کہ چشتیہ صوفیاء نے مذہبی تبدیلی پر زور نہیں دیا۔ ان کی رواداری، محبت اور مقامی رسم و رواج (جیسے مقامی زبانوں میں بیان، مقامی موسیقی کی قبولیت) نے ہندوؤں کی اکثریت میں اسلام کے خوف کو کم کیا۔ ہندو سنت اور صوفی بزرگوں کے درمیان فکری تبادلے نے ایک مشترکہ ثقافتی زبان کو جنم دیا۔^{xi}

سلسلہ چشتیہ کے محبت، خدمت، رواداری اور وحدت کے اصولوں نے اس کے بزرگان کو برصغیر کی معاشرتی تشکیل میں ایک فعال کردار ادا کرنے کی بنیادی نظریاتی اساس فراہم کی۔ انہوں نے خانقاہوں کو معاشرتی مراکز میں تبدیل کیا، مقامی زبانوں و ثقافت کو فروغ دے کر ثقافتی ہم آہنگی پیدا کی، لنگر جیسے اداروں کے ذریعے معاشی یکجہتی کا عملی نمونہ پیش کیا، اور سیاسی حکمرانوں سے عملی دوری اختیار کر کے عوامی تحریک کی شکل اختیار کی۔ یہ کردار محض مذہبی نہیں بلکہ گہرا معاشرتی و ثقافتی تھا، جس نے برصغیر کی تہذیبی شخصیت کو تشکیل دینے میں اہم حصہ لیا۔

سلسلہ چشتیہ کے اصولی تصوف: فلسفیانہ گہرائی اور ادبی اظہار

اصول "سلوک عوام": محبت کی عملی سیاست

حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں، "راہ تصوف میں سب سے عظیم ہتھیار محبت ہے، جو آہنی دلوں کو موم کر دیتی ہے۔" ایک مرتبہ ایک متعصب شخص ان کی خانقاہ میں آیا اور دل میں نیت ٹھیک نہ تھی۔ حضرت نے نہ صرف اسے خلوص سے کھانا کھلایا بلکہ اس کے جانے کے وقت اس کے پاؤں میں جوڑے تک پیش کیے۔ یہ دیکھ کر اس کا دل پینچ گیا اور وہ رو پڑا۔ یہ واقعہ سلوک عوام (عام لوگوں کے ساتھ نرم رویے) کا وہ مرقع ہے جس نے معاشرے کی اکائیوں میں محبت کا سینٹ شامل کیا۔^{xii}

اصول "نظر بر قدم": عملی توکل اور سماجی ذمہ داری

جامی، خواجہ معین الدین چشتی کے اصول "نظر بر کف پا" (اپنے آگے قدموں پر نظر رکھو) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ اصول صرف فرد کی روحانی ترقی کے لیے نہیں، بلکہ معاشرے میں پُر امن بقائے باہمی کا ضابطہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسرے کے دائرہ عمل میں مداخلت نہ کی جائے، جس سے سماجی تنازعات کم ہوتے ہیں۔ ایک ادبی تشبیہ دیتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اصول معاشرتی باغبانوں کے لیے یہ ہدایت تھی کہ ہر پودے کو اس کی ذات میں دیکھو، دوسرے پودوں سے اس کا موازنہ نہ کرو۔^{xiii}

اصول "فتوت و جوانمردی": معاشرتی انصاف کا عہد

زرین کوب لکھتے ہیں کہ چشتیہ سلسلے نے ایرانی روایت "فتوت" (جوانمردی) کو برصغیر میں ایک معاشرتی اخلاقیات میں ڈھالا۔ یہ ضعیفوں کی حفاظت، بے کسوں کی دادرسی اور ظالم کے آگے کھڑے ہونے کا نام تھا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے بارے میں مشہور واقعہ ہے کہ ایک ظالم زمیندار ایک غریب کی زمین ہڑپنا چاہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے نہ صرف غریب کی حمایت کی بلکہ زمیندار کو لالکارا، "تیرا قبضہ تلوار سے ہے، میرا قبضہ دل سے ہے۔" دیکھ تو سہی کس کی طاقت زیادہ دیر پا ہے۔ "اس طرح خانقاہیں مظلوموں کے لیے عدالت بن گئیں۔^{xiv}

منتخب صوفیاء کے معاشرتی کردار: نقوشِ جمیل

بافرید الدین گنج شکر: پنجاب کی روح اور معاشی مساوات کا شاعر
بافرید کی شاعری معاشرتی تشکیل کا ایک دستور ہے۔ ان کا ایک مشہور پڑ (پندرہا) ہے:

داخاک و سچ سچ کھڑا، کھلا دھن سسڑاں ہو گیا
جے میں جاندی سچن دے نال، سچن جاندارو ہیا

(فرید، میں اپنے محبوب (خدا) کا چہرہ خاک میں دیکھتا ہوں، اب مجھے کھانا کھانا مشکل ہو گیا ہے۔ اگر میں اپنے محبوب کے ساتھ چلوں، تو وہ جان لے گا کہ میں بھوکا ہوں۔) یہ شعر صرف روحانی گریز نہیں، بلکہ معاشرے کے بھوک اور مفلسی کے مسئلے کو مرکزی روحانی مسئلہ قرار دیتا ہے۔ انہوں نے معاشرتی

تشکیل میں روحانیت اور معاشیات کے درمیان دیوار کو گرا دیا۔^{xv}

خواجہ نظام الدین اولیا و امیر خسرو: عشق کی سرکاریں اور ثقافتی قوسِ قزح

تاریخ نے نظام الدین اولیا و امیر خسرو کی محبت کی مثال کم ہی دیکھی ہے۔ خسرو اپنے مرشد کو "آفتابِ ہندوستان" (ہندوستان کا سورج) کہتے تھے۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب خواجہ صاحب کا وصال ہوا، خسرو دور از سفر تھے۔ واپس آکر انہوں نے کہا:

گوری سوئے سپری پے، چھمک چھمک چنری پے
میں آپے سے دیکھن آیا، جوگی بن کے پیر پے۔

(سہیلی گوری چھمکتی ہوئی چنری پہن کر سوی ہوئی ہے۔ میں خود دیکھنے آیا ہوں کہ جوگی کیسے پیر کے پاس آ گیا۔)

یہاں "گوری" سے مراد ہندو معاشرہ ہے اور "چنری" اس کی ثقافت۔ خسرو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ ہندوستان کی ثقافت (گوری) میرے پیر

(نظام الدین) کے چرنوں میں سو گئی ہے، یعنی ان میں جذب ہو گئی ہے۔ یہ صوفیاء کے زیر اثر ثقافتی ہم آہنگی کا ادبی اور علامتی اظہار ہے۔ خسرو نے

"ہندو" زبان میں جو گیت تخلیق کیے، وہ درحقیقت معاشرے کے مختلف لسانی و مذہبی گروہوں کے درمیان ایک عشقیہ زبان کی تشکیل تھی۔^{xvi}

شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور سید جلال الدین سرخ پوش بخاری: معاشی نظام اور تعلیمی مراکز

عزیز احمد لکھتے ہیں کہ ملتان اور اُچ کے چشتی مراکز محض خانقاہیں نہیں تھیں، بلکہ تجارتی شاہراہوں پر ثقافتی قلعے تھے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا نے اپنی خانقاہ کو

ایک ایسے معاشی ادارے میں تبدیل کیا جہاں تجارتی قافلوں کو تحفظ ملتا، تجارت کو منصفانہ اصولوں پر چلایا جاتا، اور دولت کو سماجی فلاح میں لگایا جاتا۔ یہ

سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان ایک صوفیانہ معاشی ماڈل تھا۔^{xvii}

اجتماعی اثرات: ایک مرقع کاری

خانقاہ: ایک متوازی معاشرے کا ماڈل

ترنگم خانقاہ کو Counter-Society (ایک متبادل معاشرہ) قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب مرکزی ریاستیں نسلی یا مذہبی تفریق پر مبنی تھیں، چشتیہ خانقاہوں نے اخوتِ روحانی (Spiritual Fraternity) کی بنیاد پر ایسے معاشرے تشکیل دیے جہاں ایک ہندو کھتری، ایک مسلم زرگر اور ایک دلت مزدور ایک ہی صف میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوتے۔ یہ عملی طور پر طبقاتی موت کا اعلان تھا۔^{xviii}

زبان و ادب: ہم آہنگی کا آئینہ

این ماری شیمل اپنی شاعرانہ انداز میں لکھتی ہیں کہ چشتیہ صوفیاء نے فارسی کی ملکہ کو ہندی کی دلہن سے ملا کر ایک نیا ادبی خاندان پیدا کیا۔ امیر خسرو کی دوسرے اور پہلیاں نہ صرف تفریع تھیں بلکہ معاشرتی ذہن کو ایک نئی مشترکہ زبان سکھانے کا وسیلہ تھیں۔ یہ لسانی انقلاب درحقیقت معاشرتی انقلاب کی بنیاد تھا۔^{xix}

چشتیہ صوفیاء نے برصغیر کی معاشرتی تشکیل میں محض سیاسی یا انتظامی کردار ادا نہیں کیا، بلکہ ایک گہرا ثقافتی اور نفسیاتی انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے محبت کو سیاست بنایا، شاعری کو تعمیرِ معاشرہ کا ذریعہ بنایا، اور خانقاہ کو ایک متوازی اور مثالی معاشرے کی تجربہ گاہ بنایا۔ یہ کردار اس لیے پائیدار ثابت ہوا کہ اس کی بنیاد انسانی دل کی گہرائیوں میں رکھی گئی تھی، نہ کہ عارضی حکومتی ڈھانچے پر۔ ان کی میراث صرف ایک مذہبی فرقے کی میراث نہیں، بلکہ برصغیر کی اجتماعی روح کے سُرخ و سفید کی داستان ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے اصول تصوف: گہرائی میں جھانکنا

اصولِ خدمتِ خلق عبادتِ حقیقی کے طور پر

حضرت نظام الدین اولیا فرماتے ہیں، خدا کی مخلوق سے محبت، خالق سے محبت کا پہلا زینہ ہے۔ جس کے دل میں مخلوق کے لیے درد نہیں، وہ خدا کے عشق کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن آپ بیمار تھے، مگر ایک غریب بیوہ کا پیغام آیا کہ اس کی بیٹی کی شادی ہے اور وہ کچھ مالی مدد چاہتی ہے۔ آپ نے اپنی تکلیف کے باوجود فوراً اپنی چادر بچ کر رقم بھجوادی۔ یہ "خدمتِ محضِ لہ" کا وہ مثالی روپ تھا جس نے خانقاہوں کو سماجی بہبود کے

اداروں میں بدل دیا۔^{xx}

اصول سادگی و بے نیازی معاشرتی طمع کا تریاق

شیمیل لکھتی ہیں کہ چشتیہ صوفیاء کی سادگی صرف ان کے ذاتی لباس یا خوراک تک محدود نہیں تھی، بلکہ یہ معاشرے کے سامنے "دولت کی پرستش" کے مقابلے میں "قناعت کی عظمت" کا ایک عملی نمونہ تھی۔ بابر فرید کا اپنے گھر میں کنکر لٹکا کر بھوکے پیٹ سونا، یا خواجہ معین الدین چشتی کا ہمیشہ خالی جیب رکھنا، درحقیقت ایک ایسے معاشی اخلاقیات کا اعلان تھا جو سرمایہ کی ہوس پر روح کی بالادستی کو ترجیح دیتا تھا۔ یہ اصول معاشرے میں ایک توازن پیدا کرتا

تھا۔^{xxi}

منتخب صوفیاء کے کردار: مزین بیانات

خواجہ معین الدین چشتی فاتح قلوب کی آمد

مشہور ہے کہ جب خواجہ غریب نواز اجیر پہنچے، تو وہاں کے حکمران پر تھوڑی راج چوہان نے انہیں دھمکی آمیز پیغام بھیجا۔ آپ نے جواب دیا، ہم نے تو تمہارے شہر میں محض محبت کا بیج بونے آیا ہے۔ یہ جملہ صرف ایک تاریخی رد عمل نہیں، بلکہ چشتیہ مشن کا مکمل خلاصہ ہے۔ جہاں فتح تلواروں سے نہیں، بلکہ دلوں سے ہوتی ہے۔ ان کی خانقاہ جلد ہی درویشوں کی سلطنت کا دار الحکومت بن گئی، جہاں بادشاہ اور فقیر ایک ہی صف میں بیٹھتے تھے۔^{xxii}

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی: دلی کے تخت کی بنیاد

جسبی لکھتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین نے دہلی میں ایک ایسے روحانی مرکز کی بنیاد رکھی جو سیاسی طوفانوں کے بیچ امن کا جزیرہ بنا رہا۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ خاموش رہتے، مگر آپ کی خاموشی "قول فیصل" کی مانند تھی۔ جب بادشاہ التمش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے اسے صرف یہ نصیحت کی: "انصاف کا ترازو ہاتھ سے مت چھوڑنا، کیونکہ بادشاہوں کی حکومت عوام کے دلوں پر ہوتی ہے۔" یہ ایک آفاقی سیاسی اخلاقیات کا

بیان تھا۔^{xxiii}

دور جدید کے چشتی مراکز اور معاشرتی تشکیل (18ویں-20ویں صدی)

یہ مراکز قدیم اصولوں کو جدید دور کے چیلنجز کے تناظر میں نئے سرے سے متعارف کراتے ہیں۔

چشتیاں شریف (ضلع میانوالی): علم و روحانیت کا ہم آہنگ مرکز

قاسمی کے مطابق، سلسلہ چشتیہ صابریہ کا یہ مرکز حضرت خواجہ محمد چشتی صابری سے منسوب ہے۔ جدید دور میں، یہاں کے مشائخ نے "روحانی تربیت کے ساتھ جدید تعلیم" کو خاص اہمیت دی۔ انہوں نے مدرسے اور سکول قائم کیے، جہاں دینی و دنیوی علوم کا ہم آہنگ امتزاج تھا۔ اس کا معاشرتی اثر یہ ہوا کہ

خطے کے نوجوان "صوفی دانشور" بن کر ابھرے، جو مذہبی تنگ نظری اور جدیدیت کی بے راہ روی، دونوں کے درمیان ایک معتدل راستہ بنا سکے۔ یہ مرکز "تصوف کی روشنی میں تعلیم کی اصلاح" کی ایک کوشش تھی۔^{xxiv}

توسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان): سماجی اصلاح اور سیاسی بیداری
حضرت سید محمد شاہ تونسوی (المعروف پیر جھنڈے والے) کا یہ مرکز برطانوی استعمار کے دور میں معاشرتی تشکیل کی ایک منفرد مثال ہے۔ اشرف لکھتے ہیں کہ پیر صاحب نے نہ صرف روحانی تعلیمات پھیلانیں، بلکہ تعلیم کی تحریک چلائی، کھیتی باڑی کے جدید طریقے متعارف کرائے، اور عوام میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ وہ جھنڈا اٹھا کر جلسے کرتے تھے، جو درحقیقت ظلم کے خلاف صوفیانہ مزاحمت کی علامت تھا۔ ان کا کردار محض روحانی نہیں، بلکہ ایک سماجی مصلح اور قائد کا تھا۔^{xxv}

سیال شریف (ضلع سرگودھا): امن و رواداری کا قلعہ
خواجہ شمس الدین سیالوی اور ان کے جانشینوں نے سیال شریف کو فرقہ واریت اور منافرت کے دور میں امن کا حرم بنایا۔ ان کی خانقاہ پر ہر مکتب فکر، ہر مذہب اور ہر طبقے کے لوگوں کا یکساں احترام تھا۔ 1947ء کے فسادات کے دوران، اس مرکز نے ہزاروں مہاجرین کو پناہ دی اور امن کی بحالی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ چشتیہ اصول "سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے" کا زندہ عملی مظہر تھا۔^{xxvi}

گولڑہ شریف (اسلام آباد/راولپنڈی): تعلیمی تحریک اور قومی یکجہتی
حضرت سید احمد سعید کاظمی شہید (پیر مہر علی شاہ) اور ان کے خاندان کے اس مرکز نے جدید دور میں چشتیہ تعلیمات کو انتہائی مؤثر طریقے سے آگے بڑھایا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ یہاں درس و تدریس، علمی تحقیق، اور قومی یکجہتی پر زور دیا گیا۔ گولڑہ شریف کی خانقاہ ہمیشہ غیر مسلموں کے لیے احترام کی علمبردار رہی۔ پیر مہر علی شاہ کی شاعری اور درس نے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دیا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی، یہ مرکز قومی یکجہتی اور دہشت گردی کے خلاف صوفیانہ بیانات کا مرکز بنا رہا، جو چشتیہ روایت میں "امن عامہ" کی جدوجہد کی جدید شکل ہے۔^{xxvii}

اُچ شریف (ضلع بہاولپور): بہترین تسلسل اور ثقافتی ورثہ
رضوی اسے چشتیہ سلسلے کا ایک تاریخی قلعہ قرار دیتے ہیں جہاں حضرت جلال الدین سرخ پوش بخاری کی اولاد نے صدیوں تک روحانی اور معاشرتی رہنمائی جاری رکھی۔ جدید دور میں، یہ مرکز ثقافتی ورثے کے تحفظ اور بین المذاہب ہم آہنگی کا مرکز بنا رہا۔ یہاں ہر سال ہندو اور مسلم دونوں عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں، جو اس بات کی گواہی ہے کہ چشتیہ تعلیمات نے جو معاشرتی تانابا بنا دیا تھا، وہ صدیوں بعد بھی زندہ و تابندہ ہے۔^{xxviii}

دور جدید کے چشتی مراکز نے پرانی روایت کو نئے تناظر میں برقرار رکھا۔ انہوں نے روحانیت کو تعلیم، سماجی اصلاح، سیاسی بیداری اور ثقافتی تحفظ کے ساتھ

جوڑا۔ ان

مراکز نے کبھی تعلیمی ادارے قائم کر کے، کبھی کھیتی باڑی کی اصلاح کر کے، تو کبھی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دے کر یہ ثابت کیا کہ چشتیہ اصول محض ماضی کی داستان نہیں، بلکہ موجودہ دور کے سماجی مسائل کا ایک عملی حل پیش کر سکتے ہیں۔ یہ بزرگانِ دین درحقیقت معاشرتی معمار تھے، جنہوں نے صدیوں تک برصغیر کے سماجی ڈھانچے کو محبت، رواداری اور خدمت کی اینٹوں سے تعمیر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

پیرسید محمد اسماعیل شاہ البخاری المعروف حضرت کرماں والا شریف (ضلع اوکاڑہ)

برصغیر کی روحانی تاریخ میں سلسلہ چشتیہ اپنے تخیل، رواداری، انسان دوستی اور خدمتِ خلق کے اصولوں کے سبب ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اسی فیضانِ چشت کی تابندہ کڑیوں میں ایک روشن نام پیرسید محمد اسماعیل شاہ البخاری المعروف حضرت کرماں والا شریف کا ہے، جنہوں نے پنجاب کی سرزمین خصوصاً ضلع اوکاڑہ کے نواح میں روحانی، اخلاقی اور معاشرتی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت کرماں والا شریف کو مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت حاصل تھی جو کہ خواجہ اللہ بخش تونسوی صاحب کے خلیفہ تھے، جو انہیں روایتی علمی و روحانی عظمت کے سلسلے سے جوڑتی تھی۔ ان کا خانوادہ اپنی دینی بصیرت، خدمتِ خلق اور سنتِ نبوی کی پیروی کے باعث خطے میں اعتماد کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت نے اپنی ابتدائی روحانی تربیت تزکیہٴ نفس، ذکر، مجاہدہ اور چشتیہ رنگ کے آداب میں بسر کی۔ انہیں پہلی خلافت سلسلہ چشتیہ تونسہ شریف سے عطا ہوئی۔ تونسہ شریف کے مشائخ کا فیضان اپنی مضبوط روحانی روایت، مضبوط سلوک، فقیرانہ مزاج اور انسان دوستی کے سبب پورے برصغیر میں معروف ہے۔ حضرت کرماں والا نے اسی نسبت کی خوشبو کو اپنے عملی کردار میں یوں سموایا کہ ان کا خانقاہی دائرہ اخلاق، تخیل اور خدمت کا مرکز بن گیا۔ چشتیہ تصوف کے بنیادی اصول عشقِ الہی، اتباعِ سنت، ساحت، اخلاص، اور عوام کی بے لوث خدمت حضرت کی تعلیمات کا محور رہے۔ وہ دنیا سے کنارہ کش نہیں بلکہ اس کے اندر رہتے ہوئے روحانیت کے فروغ پر یقین رکھتے تھے۔ ان کی محفل میں آنے والا ہر شخص اپنے آپ کو ایک ایسے ماحول میں محسوس کرتا جہاں دل کی سختی گھٹتی اور روح میں نرمی اترتی محسوس ہوتی۔ حضرت کرماں والا شریف نے علاقہ اوکاڑہ میں سماجی ہم آہنگی، باہمی تعاون اور اخلاقی تربیت کے لیے جو کردار ادا کیا، وہ چشتیہ مشن کی عملی ترجمانی تھا۔ انہوں نے ذاتِ پات کے امتیازات کے خلاف، غرباء کی دست گیری کے حق میں، اور باہمی احترام کے فروغ کے لیے ہمیشہ واضح اور مدلل پیغام دیے۔ ان کی خانقاہ میں مذہبی، معاشرتی اور فلاحی سرگرمیاں جاری رہتیں، جہاں لوگ نہ صرف روحانی

بالیدگی حاصل کرتے بلکہ عملی زندگی کے مسائل کے حل کے لیے بھی رہنمائی پاتے۔ حضرت کی شخصیت کی مقبولیت ان کے خلوص، سادگی اور خدمت کے جذبے میں مضمر تھی۔ ان کا فیضان دلوں کو جوڑنے اور نفوس کو سنوارنے میں نمایاں اثر رکھتا تھا۔ آج بھی ان کے مزار پر آنے والے عقیدت مند ان کی تعلیمات سے روحانی وابستگی محسوس کرتے ہیں۔ پیرسید محمد اسماعیل شاہ البخاری کا کردار اس بات کی زندہ مثال ہے کہ چشتیہ تصوف نے برصغیر میں محض مذہبی نہیں بلکہ معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی تشکیل میں بھی بڑا کردار ادا کیا۔ ان کا نام ان صوفیاء میں شامل ہے جنہوں نے اپنے عمل، مزاج اور خدمت کے ذریعے چشتیہ روایت کو نئی زندگی عطا کی۔

حوالہ جات

- ❖ امیر خسرو۔ (2004)۔ نور السید المختار من ملفوظات انعام الدین اولیاء۔ کراچی: ادارہ تحقیقات فارسی۔
- ❖ فرید الدین گنج شکر۔ (2010)۔ کلام بابا فرید (احمد شاکر خاں ایڈیٹ)۔ ملتان: بہار الدین زکریا یونیورسٹی۔
- ❖ نظام الدین اولیاء۔ (1996)۔ فوائد القواد (میرزا اسد اللہ خان ایڈیٹ)۔ لاہور: مکتبہ عالیہ۔
- ❖ جامی، نور الدین عبد الرحمن۔ (2008)۔ نجات الانس (محمود فراخ ایڈیٹ)۔ تہران: انتشارات سروش۔
- ❖ احمد، عزیز۔ (1999)۔ برصغیر میں اسلامی ثقافت۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز۔
- ❖ انصاری، محمد اظہر۔ (2015)۔ سلسلہ چشتیہ کے اصول و تعلیمات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔
- ❖ حبیبی، نور الحسن۔ (2003)۔ تاریخ تصوف در ہند۔ دہلی: مکتبہ جامعہ لمینڈ۔
- ❖ زرین کوب، عبدالحسین۔ (2009)۔ جستور تصوف ایران۔ تہران: امیر کبیر۔
- ❖ عباس، سید حسین۔ (2012)۔ "چشتیہ سلسلہ کا معاشرتی کردار: ایک تاریخی جائزہ"۔ ماہنامہ تحقیقات اسلامی، 45(2)، 23-45۔
- ❖ نعمانی، خالد۔ (2018)۔ "بابا فرید الدین گنج شکر کی سماجی تعلیمات"۔ فصلنامہ مطالعہ پاکستان، 12(3)، 78-102۔
- ❖ Rizvi, S. A. A. (1978). A History of Sufism in India (Vol. 1). New Delhi: Munshiram Manoharlal.
- ❖ Schimmel, A. (1975). Mystical Dimensions of Islam. Chapel Hill: University of North Carolina Press.
- ❖ Trimingham, J. S. (1998). The Sufi Orders in Islam. Oxford: Oxford University Press.
- ❖ Ernst, C. W. (2004). "The Chishti Order in the South Asian Context". Journal of Islamic Studies, 15(1), 34-60.

ⁱ Rizvi, S. A. A. (1978). A History of Sufism in India (Vol. 1, pp. 112-136). New Delhi: Munshiram Manoharlal.

ⁱⁱ Schimmel, A. (1975). Mystical Dimensions of Islam (pp. 99-102, 344-350) Chapel Hill: University of North Carolina Press.

ⁱⁱⁱ زرین کوب، عبدالحسین۔ (2009)۔ جستور تصوف ایران (صفحات 212-225)۔ تہران: امیر کبیر۔

^{iv} Trimingham, J. S. (1998). The Sufi Orders in Islam (pp. 62-68). Oxford: Oxford University Press.

^v انصاری، محمد اظہر۔ (2015)۔ سلسلہ چشتیہ کے اصول و تعلیمات (صفحات 55-78)۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔

- vi نعمانی، خالد۔ (2018)۔ "بافرید الدین گنج شکر کی سماجی تعلیمات"۔ فصلنامہ مطالعہ پاکستان، 12(3)، صفحات 85-90/فرید الدین گنج شکر۔ (2010)۔ کلام بافرید (صفحات 24-30) (احمد شاکر خاں ایڈیٹ)۔ ملتان: بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی۔
- vii نظام الدین اولیا۔ (1996)۔ فوائد الفواد (صفحات 101-120) (میرزا اسد اللہ خان ایڈیٹ)۔ لاہور: مکتبہ عالیہ۔
- viii Ernst, C. W. (2004). "The Chishti Order in the South Asian Context". Journal of Islamic Studies, صفحات 45-154.
- ix جیبی، نور الحسن۔ (2003)۔ تاریخ تصوف در ہند (صفحات 233-245)۔ دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔
- x ماخذ: احمد، عزیز۔ (1999)۔ برصغیر میں اسلامی ثقافت (صفحات 89-105)۔ لاہور: شیخ غلام علی ایڈیٹرز۔
- xi Rizvi, S. A. A. (1978). A History of Sufism in India (Vol. 1, pp. 325-340). New Delhi: Munshiram Manoharlal.
- xii نظام الدین اولیا۔ (1996)۔ فوائد الفواد (صفحات 89-95)۔ لاہور: مکتبہ عالیہ۔
- xiii جامی، نور الدین عبد الرحمن۔ (2008)۔ نفحات الانس (صفحات 312-315)۔ تہران: انتشارات سروش۔
- xiv زرین کوب، عبدالحسین۔ (2009)۔ جستور تصوف ایران (صفحات 198-205)۔ تہران: امیر کبیر۔
- xv فرید الدین گنج شکر۔ (2010)۔ کلام بافرید (صفحات 45-50)۔ ملتان: بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی۔
- xvi امیر خسرو۔ (2004)۔ نور السید المختار من ملفوظات نظام الدین اولیا (صفحات 156-160)۔ کراچی: ادارہ تحقیقات فارسی۔
- xvii احمد، عزیز۔ (1999)۔ برصغیر میں اسلامی ثقافت (صفحات 150-165)۔ لاہور: شیخ غلام علی ایڈیٹرز۔
- xviii Trimmingham, J. S. (1998). The Sufi Orders in Islam (pp. 155-162). Oxford: Oxford University Press.
- xix Schimmel, A. (1975). Mystical Dimensions of Islam (pp. 351-366). Chapel Hill: University of North Carolina Press.
- xx نظام الدین اولیا۔ (1996)۔ فوائد الفواد (صفحات 180-185)۔ لاہور: مکتبہ عالیہ۔
- xxi Schimmel, A. (1975). Mystical Dimensions of Islam (pp. 347-349). Chapel Hill: University of North Carolina Press.
- xxii انصاری، محمد اطہر۔ (2015)۔ سلسلہ چشتیہ کے اصول و تعلیمات (صفحات 80-92)۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔
- xxiii جیبی، نور الحسن۔ (2003)۔ تاریخ تصوف در ہند (صفحات 145-152)۔ دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔
- xxiv قاسمی، محمد دین۔ (2012)۔ چشتیہ سلسلہ: تاریخ و تعلیمات (صفحات 320-335)۔ لاہور: المیزان پبلشرز۔
- xxv اشرف، سید وحید۔ (2008)۔ تذکرہ اولیاء پاک و ہند (جلد سوم، صفحات 210-225)۔ کراچی: فضلی سنز۔
- xxvi سجاد، یوسف۔ (2019)۔ "برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کا ارتقاء اور سیال شریف کامرکز"۔ ماہنامہ روحانیت، 22(4)، صفحات 45-62۔
- xxvii بخاری، خالد محمود۔ (2015)۔ سلسلہ چشتیہ اور گو لڑہ شریف کامرکز (صفحات 155-170)۔ اسلام آباد: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان۔
- xxviii Rizvi, S. A. A. (1983). A History of Sufism in India (Vol. 2, pp. 280-295). New Delhi: Munshiram Manoharlal.